جلد ۴ | ۲۰ فروری ۱۹۱۷ء | سہ شنبہ | مطابق ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ | نمبر ۶۶

مدینۃ المسیح

سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ کی طبیعت خداوند کریم کے فضل و کرم سے اچھی ہے حضور نے درس قرآن کریم دینا شروع فرما دیا ہے ؛

حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے خاندان میں بھی خدا کے فضل سے ہر طرح سے خیریت ہے ؛

جنابہ حضرت والدہ صاحبہ میاں عبد الحی صاحب مرحوم نے یہاں کے ساکنین کے آرام کو مدنظر رکھ کر کچھ مکانات اور دو دکانیں تعمیر کروائی ہیں۔ خدا تعالےٰ آپ کو جزائے خیر دے یہاں ہاشی مکانات کی خاص طور پر تکلیف رہتی ہے۔ جس کے دُور کرنے میں آپنے حصہ لیا ہے ؛

موسم بوجہ امساک بارش بڑی تیزی کے ساتھ بدل رہا ہے اور سردی کا فور ہو رہی ہے ؛

اخبار احمدیہ

جناب مفتی محمد صادق صاحب کا لیکچر لاہور میں

جناب شیخ عبد الحمید صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ اطلاع دیتے ہیں کہ:۔ ۱۵ر فروری کو مفتی محمد صادق صاحب کا لیکچر حاجی مستری محمد موسےٰ صاحب کے نئے مکان واقعہ کیلیانوالی سڑک سوا سات بجے شروع ہو کر ساڑھے ۸ بجے شام تک بفضلہ تعالےٰ بڑی کامیابی سے ہوا۔ حاضرین کی تعداد ہماری امیدوں سے کہیں بڑھ کر تھی۔ اور یہ محض اللہ تعالےٰ کا فضل تہا۔

ہمنے پہلی منزل پر جسمیں چار پانچ سو آدمیوں کے لئے کافی جگہ تھی۔ لیکچر کا انتظام کیا تھا۔ اور لیکچر سے پہلے مغرب کی نماز سب دوستوں نے وہیں ادا کی۔ ابھی لیکچر شروع بھی نہ ہوا تھا کہ کمرہ سب آدمیوں سے بھر گیا۔ آخر یہ تجویز کی کہ احمدیوں کو ساتھ کے دوسرے کمرہ میں جسمیں روشنی کا بھی انتظام نہ تھا۔ بٹھایا گیا۔ اور اس طرح جتنی جگہ خالی ہوئی تھی وہ فوراً بھر گئی۔ پھر یہ تجویز کی کہ باقی احمدیوں کو بھی وہاں سے اٹھاکر بالائی منزل پر بٹھایا جائے۔ لیکن اسپر جگہ کافی نہ ہوئی۔ دیوار کے ساتھ ساتھ کرسیاں تھیں۔ وہ بھی رکی ہوئی تھیں۔ بیچ میں جو جگہ تھی وہ بھی سب بھر چکی تھی دونوں دروازوں پر لوگ کھڑے تھے۔ اس لئے بہت سے لوگ مایوسی کے ساتھ جگہ نہ ملنے کی وجہ سے واپس چلے گئے جس کا ہمیں بہت افسوس ہوا۔ انشاء اللہ آئندہ کسی بڑے کمرہ میں انتظام کیا جائے گا۔ مکرم چودہری ظفر اللہ خان صاحب بی۔ اے بیرسٹر اس جلسے کے پریزیڈنٹ منتخب کئے گئے۔ آپنے نہایت قابلیت سے انگریزی میں ایک مختصر تقریر فرمائی جسمیں آپنے اخبار روزانہ پنجاب لاہور کے اس اعتراض کا جواب دیا کہ مفتی صاحب ولایت میں

(باہتمام شیخ عبد الرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا)

کرنا اسلام پھیلا دینگے۔ آیا جو خواجہ کمال الدین صاحب منواتے ہیں یا جو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کا عقیدہ ہے۔

آپنے خوب وضاحت سے بیان کیا۔ کہ خواجہ صاحب اور انکی پارٹی کا کیا مذہب ہے۔ اور ہمارا کیا۔ اور پکے مسلمان کا وہی مذہب ہونا چاہیئے جو ہم پیش کرتے ہیں۔ چودھری صاحب کی تقریر کا خلاصہ انشاء اللہ آیندہ شائع کراؤں گا۔

چودھری صاحب کے بعد مفتی صاحب کا لیکچر شروع ہوا اور ایک گھنٹہ سے زیادہ دیر تک رہا۔ سامعین نہایت اطمینان سے سُنتے رہے۔ آپنے حضرت اقدس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعوی مسیحیت۔ مہدویت ونبوّت کو خوب واضح طور سے نہایت زوردار الفاظ میں بیان کیا۔ اور نہایت لطیف پیرایہ میں۔ یہ لیکچر بھی میں ساتھ ساتھ لکھتا گیا تھا جسے بہت جلدی شائع کرنے کے لیئے بھیجدونگا۔ مفتی صاحب نے نہایت صاف لفظوں میں فرمایا کہ اگر غیر احمدی مسلمان ہمارے اس طرز تبلیغ کو جسے ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سیکھا ہے۔ پسند نہیں کرتے۔ تو مجھے کچھ پرواہ نہیں۔ میں اُن سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا۔ نہ انسے چندہ مانگتا ہوں۔ کوئی اور مدد بھی نہیں چاہتا۔ جسکی خاطر کہ میں اس صداقت کو جو مجھے خدا کے فضل سے ملی ہے۔ چھپاؤں۔ میں تو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ کے حکم کے ماتحت اس کلمہ حق کو پہنچانے کیلیئے ولایت جاتا ہوں۔ جسکو میں نے حق سمجھ کر قبول کیا ہے۔

لوگ ابھی اور سننے کے مشتاق تھے۔ مگر مفتی صاحب نے ساڑھے آٹھ بجے اپنا لیکچر ختم کیا۔ اور بعد ازاں چودھری صاحب نے سامعین کا شکریہ ادا کیا۔ اور بعدہٗ جلسہ برخواست ہوا جانے کے بعد لوگوں نے چودھری صاحب اور مفتی صاحب کی تقریروں کی بہت تعریف کی۔

آج شب کو مفتی صاحب کا لیکچر انشاء اللہ عورتوں میں بھی ہوگا۔

اتوار کو جماعت نے مفتی صاحب کو ایک الوداعی پارٹی دینے کا ارادہ کیا ہے۔ یہ پارٹی یا تو شالامار باغ میں دیجاویگی یا یہیں مستری موسیٰ صاحب کے مکان میں۔

مستری محمد موسیٰ صاحب نے اس لیکچر کو کامیاب بنانے میں ہر طرح مدد کی۔ انکا مکان ابھی زیر تعمیر ہی تھا لیکن محض جلسہ کی خاطر انہوں نے اسکو دو دن کے اندر اندر اس قابل بنا دیا۔ کہ ہمارا جلسہ خدا کے فضل وکرم سے نہایت کامیابی سے ہوگیا۔ علاوہ ازیں۔ کرسیوں۔ دریوں گیس لیمپوں وغیرہ کے لانے پر جو کچھ خرچ ہوا۔ وہ بھی سب مستری صاحب نے ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ خدا تعالیٰ انکو جزائے خیر دیگے۔

گورداسپور میں تبلیغ

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے ملک مولا بخش صاحب احمدی کلرک آف دی کورٹ کو کہ انہوں نے حضرت مفتی محمدؐ صادق صاحب کے سفر لنڈن کی تقریب پر مفتی صاحب کو ایک دعوت دی جس میں معززین شہر گورداسپور کو جمع کرکے بعد کھانے کے مفتی صاحب موصوف نے ایک مدلل موثر مختصر تقریر میں حضرت مسیح موعودؑ کا دعویٰ اس زمانہ میں آپکی آمد کی ضرورت آپکے دعویٰ کے دلائل بیان کیئے۔ سامعین پر بہت اچھا اثر ہوا۔ اور بعض اصحاب نے زبانی بھی بہت سی باتیں حضرت مفتی صاحب سے دریافت کیں۔ اور اطمینان بخش جواب پائے۔ ملک صاحب کو خدا تعالیٰ نے دینی خدمت کا خاص جوش عطا کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں میں برکات نازل کرے۔ آمین

فہرست نومبائعین

چودھری عبد الاحد صاحب بمبئی	عبد اللہ شاہ صاحب ضلع جالندھر
اہلیہ دین محمد صاحب بھیٹن	محمد سلطان صاحب بھیٹن
چراغدین صاحب ضلع سیالکوٹ	نظام الدین صاحب ضلع سیالکوٹ
جان محمد صاحب ضلع سیالکوٹ	غلام محمد صاحب ضلع سیالکوٹ
محمد الدین صاحب ضلع سیالکوٹ	نورالدین صاحب پاکپٹن
اہلیہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب "	اہلیہ اللہ بخش صاحب ضلع انبالہ
رحمت اللہ صاحب ضلع انبالہ	قدرت اللہ صاحب "
محمد اسمٰعیل صاحب "	والدہ عبد القادر "
محمد سلمان ولد عبد القادر "	مسماۃ پناہ بی بی ضلع شاہپور
فتح بی بی ضلع شاہپور	غلام بی بی "
غلام بی بی ثانی "	عالم بی بی "
مسماۃ جیوان ضلع گوجرانوالہ	عبد الکریم صاحب کراچی
عبد الرحیم صاحب پانی پت	والدہ صاحبہ بابو محمد صدیق ضلع "
	اہلیہ "

زرعی زمین کے خریداروں کو اطلاع

قادیان میں ایک زمین قریباً پچاس ساٹھ گھماؤں رہن ہونیوالی ہے اسوقت زرعی زمین کی قیمت قادیان میں اڑھائی سو روپیہ گھماؤں تک ہے اس سے نصف روپیہ یعنی سوا سو روپیہ فی گھماؤں یہ زمین رہن رکھی جائیگی چونکہ بعض احباب قادیان میں زمین لینے کے خواہشمند ہیں اس لیئے اعلان کیا جاتا ہے کہ جو صاحب زمین لینا چاہتے ہوں فوراً دفتر الفضل میں اپنی درخواست بھیجدیں اور یہ بھی تحریر فرماویں کہ کسقدر زمین لینا چاہتے ہیں۔

زمین کا اکثر حصہ قریباً ایک جگہ واقعہ ہے یعنی کھیت پاس پاس ہیں اگر فاصلہ ہے تو بہت کم جس میں نگرانی میں فرق نہیں آسکتا۔ زمین بارانی ہے لیکن ایک کنواں غیر آباد اس زمین میں ہے جو سامان آب کشی لگانے سے پانی دینے کے قابل ہے۔ اس میں نصف کے حصہ دار اس زمین کے مرتہن ہو سکتے ہیں اسوقت اس زمین کا لگان اوسطاً سات روپیہ فی گھماؤں ہے جسمیں سے اوسطاً اڑھائی روپیہ سرکاری لگان کے جاتے ہیں۔

مرتہن اپنی سہولت کے لئے اگر چاہیں تو یہ شرط کرا سکتے ہیں کہ دو یا تین سال کے بعد ہم تین چار ماہ کا نوٹس دیکر جسوقت چاہیں اپنا روپیہ واپس لے سکینگے یا یہ کہ اتنے عرصہ تک راہن کو زمین چھڑانے کا اختیار نہ ہوگا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الفضل
قادیان دارالامان - ۲۰ فروری ۱۹۱۷ء

کچھ "الفضل" کی نسبت

قریباً ڈیڑھ ماہ کی خاموشی کے بعد آج ہم پھر اپنے احباب کرام اور سرپرستان الفضل کی خدمت میں الفضل کی سرپرستی کے متعلق گذارش کرنے پر مجبور ہوئے ہیں اور جب تک احباب ہماری اس گذارش پر خاص توجہ مبذول نہ فرماوینگے۔ اس وقت تک ہم بھی ان کی سمع خراشی کا موجب بنتے ہی رہینگے۔ کیونکہ ہمارا فرض ہے۔ کہ اخبار کو ہر طرح سے مفید اور عمدہ بنانے کی سعی اور کوشش کریں۔ اور یہ فرض ہم اسوقت تک ادا نہیں کر سکتے۔ جب تک کہ احباب کرام کی مدد اور تائید ہمارے شامل حال نہ ہو۔ اور وہ مدد اسی صورت میں ہو سکتی ہے۔ کہ اخبار کی اشاعت بڑھانے کا خاص خیال رکھا جائے۔ اور ہر ایک صاحب اگر زیادہ نہیں تو کم از کم ایک ایک خریدار ضرور مہیا کریں یا خود اپنے پاس سے قیمت دیکر استطاعت نہ رکھنے والے اصحاب کے نام اخبار جاری کرا دیں ؀

اسمیں شک نہیں کہ اخبار الفضل کو بعض ایسے احباب کی سرپرستی کا فخر حاصل ہے۔ جو اپنی انتہائی کوشش اور سعی اسکے استحکام کے لئے صرف کر رہے ہیں۔ اور جن کی دلی آرزو ہے۔ کہ اخبار ہر قسم کی مشکلات سے نجات پاکر بیش از بیش قومی خدمات کو ادا کر سکے۔ لیکن ضرورت اس بات کی ... کہ ایسے احباب کی فہرست میں بہت زیادہ اضافہ ہو ؀

اسوقت ہم دو اصحاب کا ذکر کر دینا مناسب سمجھتے ہیں تاکہ انکے نمونہ کو دیکھ کر ہمارے دوسرے بھائی بھی اس طرف توجہ کریں ؀

منشی برکت علی صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ شملہ قومی معاملات میں جسقدر دلچسپی لیتے اور جس جوش کا ثبوت دکھاتے ہیں وہ کوئی پوشیدہ بات نہیں۔ آپنے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر ... اپنی طرف سے اخبار الفضل کی توسیع اشاعت کے لئے ایک اپیل شائع کی تھی۔ اور اس کا سارا خرچ خود برداشت کیا تھا۔ گو ہمیں اس بات کا سخت افسوس ہے اور عمر بھر رہے گا۔ کہ اس اپیل پر جیسی کہ توجہ کرنی چاہیئے تھی۔ وہ نہ کیگئی۔ لیکن یہ کوئی تعجب کی بات نہ تھی اس قسم کی تحریکوں کو بے التفاتی اور بے توجہی کی نذر کر دینا ایک معمولی بات ہو چکی ہے۔ لیکن اس میں کیا شک ہے کہ جناب منشی صاحب موصوف اس کام کے بدلے ثواب عظیم کے مستحق ٹھہر گئے۔ یہ تو ظاہر ہی ہے کہ انہوں نے اخبار الفضل کی اپیل کسی ذاتی نفع کے لئے نہیں کی تھی۔ بلکہ ان کا یہ کام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے ماتحت تھا کہ لا یومن احدکم حتیٰ یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ یعنے ایک ایسی چیز جس کو وہ اپنے لئے پسند کرتے۔ اور اپنی روحانی ترقی کے لئے ضروری سمجھتے تھے۔ اس سے دوسرے بھائیوں کو بھی مستفیض کرنا چاہتے تھے۔ اور یہ ایک ایسی مبارک کوشش تھی۔ کہ ہر ایک وہ شخص جس تک منشی صاحب موصوف کی اپیل پہنچائی گئی تھی۔ اسکے لئے ضروری تھا کہ اسکے جواب میں لبیک کہتا۔ لیکن افسوس کہ ایسا نہ ہوا اور بہت ہی تھوڑے احباب نے اس پر عمل پیرا ہو کر دکھایا اب بھی موقعہ ہے کہ احباب اسکی طرف متوجہ ہوں ؀

اخبار الفضل کے دوسرے کرم فرما جناب چوہدری صادق علی صاحب ہیں۔ جنہوں نے ماہ رواں میں اکٹھے بارہ خریدار مرحمت فرمائے ہیں۔ چوہدری صاحب موصوف کی اس نوازش کے متعلق ہم جسقدر بھی ان کا شکریہ ادا کریں کم ہے۔ کیونکہ آپنے اپنے قومی پرچہ کی اشاعت اور ترقی میں سعی فرماکر ایک ایسی مثال قائم کر دی ہے جو دوسرے بہت سے احباب کے لئے قابل تقلید ہے۔ اور ایسے اصحاب کو بھی ترقی اشاعت کے متعلق سعی کرنے کی ہمت دلاتی ہے۔ جنہوں نے کبھی ایک خریدار بھی پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی۔ کیونکہ جب ہمارا ایک مخلص بھائی ایک ہی جگہ کے بارہ اصحاب کو یکدم خریداری اخبار پر آمادہ اور تیار کر سکتا ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ دوسرے بھائی ایک ایک۔ یا دو دو خریدار بھی تیار نہیں کر سکتے۔ اگر وہ کوشش اور سعی سے کام لیں تو ضرور کر سکتے ہیں پس ہم تمام احباب سے یہ اُمید رکھتے ہیں کہ وہ اخبار الفضل کی اشاعت کے متعلق فوری توجہ مبذول فرمائینگے۔ اور بہت جلدی اپنی سعی اور کوشش کے نتیجہ سے ہمیں شکر گذاری کا موقعہ دینگے ؀

پیشتر ازیں اس بات کے متعلق کئی دفعہ گذارش کی جاچکی ہے کہ آجکل کاغذ اور دیگر اشیاء متعلقہ اخبار نہایت گراں ہو گئی ہیں۔ اور پہلے کی نسبت انکی قیمتوں میں دوگنا تگنا بلکہ چوگنا اضافہ ہو چکا ہے۔ لیکن باوجود اسکے اخبار کی قیمت وہی ہے جو پہلے تھی۔ ایسی صورت میں اگر پہلے کی نسبت اخبار کی اشاعت اسی نسبت سے نہ بڑھے جس نسبت سے کہ اخراجات میں اضافہ ہوا ہے تو اس کا نتیجہ سوائے اسکے اور کیا ہو سکتا ہے کہ اخبار کے حجم وغیرہ پر اس کا اثر پڑے۔ چنانچہ بحالت مجبوری ایسا ہی ہوا۔ پہلے اخبار ہفتہ میں تین بار آٹھ صفحوں پر شائع ہوتا تھا۔ اسکی بجائے ہفتہ میں دو بار بارہ صفحوں پر شائع ہوتا رہا۔ لیکن اب نوبت بانیجا رسید کہ ہفتہ میں دوبار آٹھ صفحوں پر شائع ہو رہا ہے یہ بات جہاں ہمارے احباب کرام کو ناگوار معلوم دے رہی ہوگی۔ وہاں ہمیں خود بھی سخت شاق گذر رہی ہے۔ کیونکہ آٹھ صفحوں میں بہت کم مضامین آسکتے ہیں۔ اور بعض اوقات تو ایک آدھ مضمون سے ہی تمام صفحات پُر ہوتے ہیں۔ اس لئے دوسرے نہایت ضروری مضامین رہ جاتے ہیں۔ اور مضامین کو تو جانے دیجئے۔ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالی کے فرمودہ کئی ایک خطبات جمعہ جمع ہو گئے تھے جنھیں ہم اپنے وقت پر قلت صفحات کی وجہ سے شائع نہ کر سکے۔ اور اب زیادہ دیر ہو جانے کے خوف سے گذشتہ پرچہ کے قریباً تمام صفحات اسی میں لگا دیئے گئے اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ دوسرے مضامین کو ہمیں کسقدر التواء میں ڈالنا پڑتا ہے۔ لیکن کیا اسکی ذمہ واری ہم پر عائد ہوتی ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ اسکے ذمہ وار وہی اصحاب ہیں جنھوں نے اس قیامت کی گرانی کے زمانہ میں بھی الفضل کی اعانت اور مدد فرمانے سے دریغ کیا ہے۔ لیکن اگر وہ اب بھی اس طرف توجہ فرماویں تو اخبار کا حجم

بہت جلدی بڑھ سکتا ہے - اور ضروری مضامین احباب کے ملاحظہ کے لئے جلد سے جلد حاضر کئے جا سکتے ہیں - اور اس توجہ فرمائی کی یہی صورت ہے کہ اخبار کے خریدار مہیا کرنے میں خاص ہمت دکھائی جائے - اور غیر مستطیع اصحاب کے نام اپنی گرہ سے قیمت ادا کر کے پرچہ جاری کرا دیا جائے ؛

سرپرستان الفضل کی نوازش

۱۵ - دسمبر ۱۹۱۶ء سے لے کر ۱۵ر فروری تک مندرجہ ذیل احباب نے عملی طور پر اخبار الفضل کی سرپرستی کا ثبوت دیا - جزاہم اللہ احسن الجزاء ؛

ہم امید رکھتے ہیں کہ دوسرے احباب بھی ضرور کوشش فرما کر ہمیں ممنون ہونے کا موقع دینگے ؛

محمد اشتاق صاحب	ایک خریدار
ڈاکٹر فتح الدین صاحب پہاڑی	ایک
اصغر علی خان صاحب - لاہور	″
مرزا مبارک بیگ صاحب - کلانور	″
محمد علیخان صاحب - شاہ جہان پور (قیمت خود دیکر جاری کیا گیا)	″
بابو فضل محمد خان صاحب - شملہ	″
مولوی محمد عبد اللہ صاحب - سرگودہا	دو
ماسٹر محمد طفیل صاحب - بٹالہ	ایک
محمد رشید خان صاحب سٹیشن ماسٹر	″
جناب شیخ محمد حسین صاحب خان بہادر - کانپور	″
مولوی محمد یوسف صاحب - مردان	دو
بابو فضل احمد صاحب - بنوں	یک
چوہدری صادق علی صاحب جہلم	۱۲
میزان	۲۷

۱۵ احباب نے خود بخود اپنے نام اخبار جاری کرائے ؛ اسی تعداد میں وہ احباب بھی شامل ہیں - جنھوں نے سالانہ جلسہ پر اخبار کی خریداری منظور فرمائی - اس لحاظ سے یہ تعداد خوش کن نہیں ہو سکتی - کئی ہزار احباب کے مجمع پر صرف چند احباب کا خریدار ہونا ایک قابل افسوس بات ہے، تاہم ان شکر تم لازیدنکم کے ماتحت خدا تعالے کا شکر کرتے ہیں - اور احباب کی مزید نوازش کے منتظر ہیں ؛

ریویو

احمد ہمارے مخلص اور پُرجوش بھائی سیٹھ عبد اللہ الہ دین صاحب سکندرآباد سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خدمت جس ہمت اور کوشش سے کر رہے ہیں - اس کے لئے وہ مبارکباد کے مستحق ہیں - اور دیگر احباب کے لئے قابل رشک نمونہ - اسوقت تک انہوں نے اپنے خرچ سے کئی ایک انگریزی کتابیں اور اردو ٹریکٹ اس گرانی کے زمانہ میں چھپوا کر مفت تقسیم کئے ہیں - اور حال ہی میں انہوں نے ایک اور کتاب جس کا نام احمد ہے - شائع کی ہے - اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان مضامین کے علاوہ جو انگریزی ریویو میں ترجمہ ہو کر شائع ہوتے رہے ہیں - اور بھی مضامین ہیں جو بہت ضروری اور مفید ہیں -

انکے متعلق ضرورت ہے اس بات کی کہ ہماری جماعت کے انگریزی خوان احباب اس مجموعہ مضامین کو خرید کر پڑھیں اور فائدہ اٹھائیں - نیز اپنے دوسرے انگریزی خوان دوستوں میں مفت تقسیم کر کے ثواب حاصل کریں اور وہ احباب جو خود انگریزی نہیں جانتے وہ خرید کر انگریزی دان لوگوں میں تقسیم کریں - ٹائپ عمدہ اور کاغذ نفیس لگایا گیا ہے - حجم سوا دو سو صفحے ہے باوجود ان خوبیوں کے قیمت صرف ایک روپیہ مجلد کتاب کی ہے - اور **دفتر ترقی اسلام قادیان** سے ملسکتی ہے - احباب بہت جلدی منگوا کر فائدہ اٹھائیں - بہت تھوڑی جلدیں ہیں ؛

ذیل میں اس کتاب کے مضامین کی فہرست دیجاتی ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

خطبۂ جمعہ

جماعت احمدیہ کو ایک خاص ہدایت

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۲ فروری ۱۹۱۷ء

واذا جاء ھم امر من الامن او الخوف اذاعوا بہٖ ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم ط ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ لاتبعتم الشیطٰن الا قلیلاً (سورۃ النساء رکوع ۱۱)

سیاست کئی قسم کی ہوتی ہے۔ ایک سیاست حکومت کی ہے اس سے بہت سے لوگ واقف ہیں۔ بلکہ لوگوں نے سیاست کے معنے یہ بنا لئے ہیں کہ وہ انتظام جو حکومت سے متعلق ہے اس کو سیاست کہتے ہیں۔ لیکن درحقیقت سیاست ایک وسیع لفظ ہے۔ حکومت کی سیاست کے علاوہ اور بھی سیاستیں ہیں جو اپنی اہمیت کے لحاظ سے حکومت کی سیاست سے کم نہیں۔ خواہ کوئی بڑی سے بڑی حکومت ہی ہو اسکی سیاست بھی اور سیاستوں سے مستغنی نہیں کر سکتی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہٖ کہ تم میں سے ہر ایک چرواہا ہے۔ اور ہر ایک سے اسکی رعیت کی نسبت سوال کیا جائے گا۔ کیونکہ ایسا انسان نہیں جسکی کوئی ذمہ واری نہ ہو۔

عربی زبان بڑی کامل زبان ہے۔ اسکے الفاظ بھی ایسے ہی کامل ہیں کہ پورے پورے مفہوم کو ادا کرتے ہیں۔ سیاست اصل میں عربی میں ایسے انتظام کو کہتے ہیں جسکے ماتحت نہ تو کسی کو بالکل آزاد چھوڑا جائے۔ اور نہ اس زور اور سختی سے کام لیا جائے کہ جس سے اسکے تمام اعضاء تھک کر رہ جائیں۔ چنانچہ گھوڑا سکھانیوالے کو سائس کہتے ہیں۔ اگرچہ ہمارے ہاں سائیس اسکو کہتے ہیں جو گھوڑے کے لئے گھاس پانی وغیرہ کا خیال رکھے۔ اصل میں یہ لفظ سائیس عربی لفظ سائس کا بگڑا ہوا ہے۔ عربی میں محاورہ ہے۔ سائس الدواب۔ یعنے جانوروں سے اتنا کام لینے والا جو نہ کم ہو نہ زیادہ۔ بعض لوگ گھوڑے خریدتے ہیں۔ اور ان سے کوئی کام نہیں لیتے۔ اسلئے وہ کھڑے رہکر بے حد موٹے ہو جاتے ہیں۔ اور بعض اتنا کام لیتے ہیں۔ جس سے انکے پٹھے گل کر انکی زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ ایسے لوگوں کو سائس الدواب نہیں کہہ سکتے۔ تو جو آدمی افراط یا تفریط سے کام لیتا ہے وہ سیاسی آدمی نہیں کہلا سکتا۔ مسلمانوں کی سلطنتوں میں انکی رعایا سست پڑی رہتی ہے۔ لوگوں سے خاطر خواہ کام نہیں لیا جاتا۔ اور نہ اُن سے خدمات پورے طور پر ادا کرائی جاتی ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ترقی کے میدان میں بہت پیچھے ہیں۔ اور یہ ایسی ہی بات ہے کہ جیسے گھوڑے سے کام نہ لیا جائے۔ اور وہ کھڑا موٹا ہوتا رہے جسکے کام دینے کے بالکل قابل نہ رہے۔ مسلمانوں کے مقابلہ میں زیادہ کام لینے والا یورپ میں نپولین ہوا ہے۔ اس نے اپنی قوم سے ایسا کام لیا۔ اور اس کثرت سے لیا کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ اور بعد میں ایک عرصہ تک کے لئے اپنے دشمنوں کے مقابلہ سے عاجز آ گئی۔ پس جہاں آج کل ایسے مسلمان حکمران جو اپنی رعایا سے کام نہیں لیتے وہ سیاست دان نہیں ہیں۔ اسی طرح نپولین جس نے اپنی قوم سے اتنا کام لیا۔ وہ بھی سیاست دان نہیں کہلا سکتا۔

غرض سیاست کے مفہوم میں یہ بات داخل ہے کہ کام اس میانہ روی سے لیا جائے جو نہ زیادہ ہو اور نہ کم۔ اور یہ سیاست صرف حکومت سے ہی تعلق نہیں رکھتی۔ بلکہ ہر ایک تاجر کی ایک الگ سیاست ہے۔ اور ہر ایک پیشہ ور کی الگ۔

تاجر کی سیاست تو یہ ہے کہ وہ باہر سے مال نہ اس بے احتیاطی اور کثرت سے خریدے کہ اسکی دوکان میں ہی پڑا خراب ہوتا رہے اور نہ اتنا کم لائے کہ لوگوں کی ضروریات بھی پوری نہ ہوں بلکہ وہ ضروریات کو دیکھتا ہوا کسی چیز کی خریداری پر ہاتھ ڈالے تاکہ نہ اسکو ایک لمبے عرصہ تک خریداروں کا انتظار کرنا پڑے اور نہ یہ ہو کہ اسکے ہاں سے مال ہی نہ ملے۔

اسی طرح پیشہ ور کی سیاست یہ ہے کہ نہ تو اشیاء کے تیار کرنے میں اتنی دیر لگائے جس سے مانگ کا وقت گذر جائے اور نہ اتنا پہلے کہ ابھی مانگ کا موقع ہی نہ آئے۔ اور وہ اشیاء کے تیار کرنے میں مصروف رہے۔ اسی طرح پر گھر کی بھی ایک سیاست ہے۔ چنانچہ باپ کے متعلق اولاد ہے خاوند کے متعلق بیوی ہے اُسے چاہیئے کہ نہ تو وہ انکو اسطرح چھوڑ دے کہ وہ کسی کام کے ہی نہ رہیں اور نہ ان سے اتنا کام لے کہ وہ چُور چُور ہو جائیں۔ مثلاً بچوں کو پڑھنے پر اتنا مجبور کرے جس سے ان کے دماغ کُند ہو جائیں۔ اور وہ آیندہ علمی ترقی سے محروم رہ جائیں گھر سے بڑھکر جماعتوں میں سیاست چلی جاتی ہے جہاں ہر ایک شخص کے سپرد کچھ کام ہوتے ہیں۔ اور ہر ایک اپنے فرائض منصبی کا ذمہ وار ہوتا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اپنے فرائض سے قطع نظر کرکے دوسرے کے فرائض میں دخل دے تو یہ سیاست کے خلاف ہوگا۔

سیاست کے متعلق کچھ قواعد بھی ہیں۔ اور ان قواعد کی نگہداشت نہایت ضروری ہے۔ لیکن اگر ان کو مدنظر نہ رکھا جائے۔ تو پھر سیاست یا انتظام میں خرابی عظیم واقع ہو جاتی ہے۔

سیاست کا سب سے بڑا قاعدہ یہ ہے کہ جسکے ہاتھ میں کوئی کام ہو۔ دوسرے لوگ اس میں دخل نہ دیں۔ مثلاً ایک گھوڑے کے لئے ایک سائیس رکھا گیا ہے۔ لیکن ایک اور آدمی یہ خیال کرکے کہ ممکن ہے۔ سائیس نے دانہ نہ دیا ہو دانہ دیدے۔ حالانکہ پہلے دانہ دیا جا چکا ہو۔ تو اس کا دانہ کھلانا کیسا بُرا ہوا۔ یا مثلاً ایک عورت سالن پکا رہی ہو۔ اور مرد اس خیال سے کہ ممکن ہے نمک نہ ڈالا گیا ہو۔ خود نمک ڈالدے تو وہ ہنڈیا یقیناً خراب ہو گی۔ تو اس طرح جانور کو دانہ کھلانے اور ہنڈیا میں نمک ڈالنے کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ہنڈیا خراب اور جانور بیمار ہو جائے گا۔

غرض سیاست کا سب سے بڑا اصل یہی ہے۔ کہ کوئی کام جسکے سپرد ہو۔ دوسرا اس میں دخل نہ دے اور اگر دوسرے لوگ دخل دینگے۔ تو نتیجہ ہمیشہ خراب نکلے گا۔

قرآن کریم میں آیا ہے۔ واذا جاءھم امر من الامن او الخوف اذاعوا بہٖ ط ولو ردوہ الی الرسول و اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم۔ فرمایا کہ اگر یہ لوگ سیاست دان ہوتے۔ تو وہ باتیں جو خواہ امن سے تعلق رکھتی ہوں یا خوف سے غیر اہل لوگوں کے پاس نہ پھیلاتے۔ بلکہ اللہ کے رسول یا اُن لوگوں کے پاس لیجاتے

جنکے سپرد یہ کام کیا گیا ہے۔ پھر وہ فیصلہ کرتے۔ دوسرے لوگوں کا یہ کام ہے کہ خواہ کسی قسم کی بات ہو وہ ان تک پہنچادیں۔ اور ان کو واقف کردیں۔ جنکے سپرد یہ کام ہو۔ پھر جو ان کی سمجھ میں آئے وہ فیصلہ کردیں یہ نہیں کہ انہیں اطلاع ہی نہ دی جائے۔ اور خود بخود کسی بات کا فیصلہ کر لیا جائے ؛

یہ حکم تمام کاموں میں چلتا ہے۔ ایک گھر سے لیکر بڑی سے بڑی حکومت تک۔ اور ایک میاں بیوی سے لیکر ایک جماعت تک۔ اور جو شخص اسکے خلاف کرتا ہے۔ وہ کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔

ہماری جماعت خدا کے فضل سے ایک بڑی جماعت ہے، اور اس میں بھی ایک سیاست ہے۔ حکومت کی بھی ایک سیاست ہے جو دنیوی امور سے تعلق رکھتی ہے۔ لیکن ہماری سیاست دینی سیاست ہے۔ اور جسطرح دنیوی سیاست کے خلاف عمل کرنا بُرے نتائج پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح دینی سیاست کے خلاف عمل کرنا بھی نہایت ہی خطرناک نتائج پیدا کرتا ہے ؛

حکومت کی سیاست کا یہ منشاء ہوتا ہے کہ تمام جسمانی طاقتوں کو باضابطہ ایک قاعدہ اور قانون کے ماتحت چلائے۔ اور دینی سیاست کا یہ ہوتا ہے کہ رُوحانی طاقتیں بھی تمام کی تمام ایک نظام کے ماتحت ہوں۔ پس جسطرح حکومت کی سیاست کے ماتحت جسمانی قویٰ سے عمدہ اور مفید نتیجہ پیدا کرنے کے لئے کوشش کی جاتی ہے۔ اسی طرح رُوحانی طاقتوں سے بھی عمدہ نتائج پیدا کئے جاتے ہیں۔ لیکن اگر ہر ایک شخص سیاست حکومت میں دخل دے تو اس کا نتیجہ نہایت خراب نکلتا ہے۔ مثلاً اگر ایک شخص کسی کو قتل کردیتا ہے۔ اور مقتول کا رشتہ دار قاتل کو قتل کردے تو اسے گرفتار کرلیا جائے گا۔ اور اسپر مقدمہ چلایا جائے گا۔ اگرچہ گورنمنٹ بھی قاتل کو قتل ہی کرتی مگر چونکہ اس شخص نے سیاست کو اپنے ہاتھ لیا ہے۔ اس لئے گورنمنٹ اس شخص کو نہیں چھوڑے گی۔ اور ضرور سزا دیگی اس کا کوئی حق نہ تھا کہ قاتل کو قتل کرتا بلکہ اس کا فرض یہ تھا کہ اصحاب سیاست کے پاس جاتا۔ اور تحقیقات کے بعد حکومت خواہ اس سے بھی سخت سزا دیتی۔ جو اس نے دی یا مثلاً کسی شخص نے کسی سے کچھ روپیہ لینا ہو۔ اور مقروض دینے سے انکار کرے۔ تو لینے والے کا یہ حق نہیں ہے کہ اس سے چھین لے۔ بلکہ اس کا فرض یہ ہے کہ حکومت تک اسباب کو پہنچادے ؛

یہی بات دینی معاملات میں ہے۔ اگر کوئی شخص جماعت کے کسی آدمی سے خلاف آئین شریعت کوئی فعل دیکھے تو اس کا یہ حق نہیں ہے کہ خود ہی اس کے لئے کوئی سزا تجویز کرے بلکہ اس کا یہ فرض ہے کہ وہ اسباب کو ان لوگوں تک پہنچادیں جو سردار ہیں یا جو دینی اُمور کو سرانجام دے رہے ہیں ؛

میں اپنی جماعت کے لوگوں کو تنبیہہ کرتا ہوں کہ وہ ہرگز دوسروں کے کاموں میں دخل نہ دیا کریں۔ اور جو کام جس کے سپرد ہے اسکو کرنے دیا کریں۔ ہاں اگر وہ کوئی نادرست بات دیکھیں۔ تو ان کا فرض ہے کہ ہم تک اس کو پہنچائیں۔ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ جماعت کے لوگوں میں کوئی شخص حضرت مسیح موعود کے کسی حکم کے خلاف کوئی بات کرتا ہے تو دوسرے لوگ اسکو جماعت سے خود بخود الگ کردیتے ہیں۔ ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ ان کا فرض تو یہ ہے کہ ہمیں اطلاع دیں۔ پھر ہم تحقیقات کرینگے۔ اور جس طرح مناسب ہوگا کیا جائے گا۔ کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جو کسی فعل کے بعد سچے دل سے تائب ہوجاتے ہیں۔ لیکن جب وہ جماعت کے لوگوں کا اپنے ساتھ یہ سلوک دیکھتے ہیں تو سمجھ لینا چاہیئے کہ انکے دل کی کیا حالت ہوتی ہوگی۔ بعض دفعہ بالکل معمولی بات ہوتی ہے۔ مگر ذاتی کاوشوں اور رنجشوں کی وجہ سے وہاں کے لوگ اس کو جماعت سے یا امامت سے الگ کردینا چاہتے ہیں۔ اور جب تحقیقات کی جاتی ہے۔ تو وہ بات اتنی سخت معلوم نہیں ہوتی۔ جسقدر کہ ظاہر کی جاتی ہے۔ اسمیں کیا شک ہے کہ اختلاف آپسمیں ہوتا ہے۔ اور کونسی ایسی بات ہے۔ جسمیں اختلاف نہو۔ مگر وہاں تک ہونا چاہیئے۔ جہاں تک ذاتی عناد تک نوبت نہ پہونچے ؛

دیکھو دنیوی قانون جو کہ نہایت تنگ اور محدود ہے جب اسکو بھی کوئی شخص خود بخود اپنے ہاتھ میں لیکر سزا سے نہیں بچ سکتا۔ تو شریعت کا قانون جسپر اجتہاد بھی کیا جا سکتا ہے۔ اسکو کوئی ہاتھ میں لیکر کیسے سزا سے بچ سکتا ہے ؛

شریعت میں ایک حنفی کہلاتے ہیں اور ایک حنبلی ہیں۔ اگر ان میں ایک دوسرے کے اخراج کا سلسلہ چلے تو پھر کیسی خرابی لازم آتی ہے۔ گو اُصول میں اختلاف نہیں ہوتا مثلاً قانون ہے کہ جو شخص کسی کو قتل کرے۔ اسکو قتل کردیا جائے مگر قاتل کو کون قتل کرسکتا ہے۔ وہی جسکے ہاتھ میں قدرت نے سیاست دی ہو۔ لیکن اگر مقتول کے رشتہ دار قاتل کو قتل کرنا چاہیں تو یہ ان کا سیاست میں دخل دینا ہوگا۔ جسکے بُرے نتیجہ سے وہ لوگ بچ نہیں سکتے ؛

لیکن اس سے بھی زیادہ ضروری دینی معاملات ہیں۔ ان میں ہر شخص اگر خود بخود فتوے دینے لگے۔ تو جماعت میں ایک فتنہ عظیم برپا ہوسکتا ہے۔ یہاں پر زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ اور ذراسی بے احتیاطی سے انسان گنہگار ہوجاتا ہے جب انسان حکومت کی سیاست میں دخل دیکر سزا سے نہیں بچ سکتا۔ تو دینی سیاست میں دخل دیکر کوئی شخص کیسے بچ سکتا ہے حکومت کی سیاست میں جب کوئی شخص کسی بات کو قانون کے خلاف پاتا ہے۔ تو ان تک پہنچادیتا ہے۔ جن کے سپرد حکومت نے اس کا فیصلہ کرنا کیا ہوتا ہے۔ ایسا ہی دینی امور میں بھی ہونا چاہیئے۔ اور خلافت کی ضرورت بھی یہی ہے کہ جماعت کا ایک منتظم ہو۔ اور ہر دینی امر کو دیکھ کر فیصلہ کرے نہ کہ ہر شخص کو یہ اختیار ہے کہ خود ہی فیصلہ کرنے بیٹھ جائے

بعض لوگ ایسے ہیں کہ جب وہ دیکھتے ہیں کہ کسی شخص سے حضرت مسیح موعود کے حکم کے خلاف ہوا۔ مثلاً کسی نے اپنی لڑکی غیر احمدی کو دیدی۔ تو وہ فوراً اس کو بائیکاٹ کر دیتے ہیں۔ لیکن ان کا یہ حق نہیں کہ خود بخود اس کو بائیکاٹ کریں۔ ان کو چاہیئے کہ ہم تک معاملہ پہنچائیں۔ پھر ہم دیکھینگے کہ وہ مجرم ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو اس نے کن اسباب کے ماتحت ایسا کیا ہے۔ آیا بے علمی سے اس سے یہ کام ہوگیا یا کوئی اور وجہ ہے۔ پس آپ لوگوں کا فرض ہے کہ جب کوئی ایسی بات دیکھیں تو بجائے اسکے کہ خود بخود یہ فیصلہ کرلیں کہ اسکے پیچھے نماز نہ پڑھیں یا اسکو احمدی نہ سمجھیں۔ ہمیں اطلاع دیں۔ اور جب تک یہاں سے کوئی فیصلہ نہ ہو۔ اس وقت تک خود ہی کوئی فیصلہ نکریں۔ کیونکہ اس سے فساد بڑھتا ہے۔ دیکھو میں نے مثال دی ہے کہ اگر کوئی کسی کو قتل کردے تو قانوناً اگرچہ قاتل قتل کیا جانا چاہیئے۔ مگر مقتول کے رشتہ داروں کو یہ حق نہیں کہ فوراً اس کو قتل کردیں ہاں

وہ حکومت تک پہنچادیں۔ حکومت جو سزا چاہے تجویز کرے اسی طرح ہماری جماعت کے لوگوں کو چاہیئے کہ وہ اگر اپنی جماعت کے سکرٹری یا پریذیڈنٹ یا امام یا کسی اور فرد کی کسی بات کو حضرت مسیح موعود کے حکم کے خلاف دیکھیں تو یہ نہو کہ اسکو جھٹ بائیکاٹ کردیں بلکہ ان کو چاہیئے کہ ہم تک پہنچادیں آگے ہم خود فیصلہ کرینگے ۔

غیراحمدی کو لڑکی دینا اسمیں شک نہیں کہ حضرت مسیح موعود نے اسکو سخت ناپسند کیا ہے۔ لیکن اگر کوئی ایسا کرتا ہے۔ تو جماعت کے لوگ خود بخود اس سے الگ نہوں۔ بلکہ انکو چاہیئے کہ وہ یہاں لکھ بھیجیں۔ اگر وہ خود بخود ایسا کریں تو یقینی بات ہے کہ وہاں کی جماعت کے دو ٹکڑے ہوجائینگے۔ کچھ بائیکاٹ کرنیوالوں کے ساتھ ہونگے۔ اور کچھ اس شخص کے ساتھ جسکو الگ کیا جائے گا۔ اس طرح بہت فتنہ ہوتا ہے۔ اس میں نہایت احتیاط کی ضرورت ہے۔ یہاں سے کسی کے متعلق جو فیصلہ ہو اسپر عمل کیا جائے۔ اور خود بخود کوئی فیصلہ نہ کر لیا جائے۔ اگر اس طرح کھلا چھوڑ دیا جائے تو جماعت ٹکڑے ہوجائے۔ پس میں خاص طور پر اپنی جماعت کے لوگوں کو تنبیہ کرتا ہوں کہ وہ اپنے اس قسم کے فتووں کو روکیں کہ فلانا احمدی نہیں رہا۔ اور جماعت سے الگ ہوگیا۔ اب اسکے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیئے۔ جو معاملہ ہو وہ ہم تک پہنچائیں۔ خود بخود فتوے دینا فتنہ کو بڑھاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ ان الذین فتنوا المؤمنین والمؤمنات ثم لم یتوبوا فلھم عذاب جھنم ولھم عذاب الحریق (۸۵ و ۱۰) کہ جو لوگ کہ مومن مردوں اور عورتوں کو فتنہ میں ڈالتے ہیں اور پھر توبہ نہیں کرتے۔ ان کے لئے دوزخ کا اور جلادینے والا عذاب ہے۔ پس جسطرح کسی کا یہ حق نہیں کہ قاتل کو قتل کرے۔ بلکہ ریاست و حکومت کے سپرد کرے۔ اس میں آپ لوگوں کا بھی فرض ہے۔ جس کسی سے کوئی کمزوری صادر ہو۔ اسکی اطلاع ہمیں دو۔ تاکہ اس کا علاج کیا جائے۔ اور خود بخود کوئی فیصلہ نہ کرو ۔

اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو اپنے فرائض کے سمجھنے کی توفیق دے۔ اور ہماری جماعت کے ان امور کو اٹھادے جو فتنہ کا موجب ہوں۔ اور ان پر قائم کرے جو اتحاد کا موجب ہیں۔ آمین

اہلحدیث کے اعتراضات کا جواب

(گذشتہ سے پیوستہ)

(۳) ربارہ مسئلہ نبوت ہم میں اور ہمارے مخالفین میں یہ بات مسلم ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک سلسلہ نبوت و رسالت جاری رہا ہے۔ اختلاف یہی ہے۔ ہم کہتے ہیں۔ نبوت غیر تشریعی بالواسطہ کا دروازہ اب بھی بند نہیں۔ ہمارے مخالف کہتے ہیں بند ہے۔ اس بحث پر ہمیشہ کچھ نہ کچھ لکھا جاتا ہے۔ اور تھوڑا عرصہ ہوا ہمارے ایک دوست عبدالحلیم صاحب کشکی نے بمبئی ہفتہ مورخہ ۱۳ جنوری میں ایک مضمون شائع کیا تھا جس کا خلاصہ یہ ہے

"قرآن شریف اُمت محمدیہ کو درجہ نبوت دینے میں بخل نہیں کرتا۔ اور فرماتا ہے۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ نبی کریم کی اتباع سے انسان خدا کا محبوب بن جاتا ہے اور یہ دعویٰ محتاج دلیل نہیں کہ محبوبیت خدا کا آخری درجہ نبوت و رسالت ہی ہے۔ سلف صالحین بھی اسبات کے مقر ہیں کہ درجہ محبوبیت میں اگر انسان نبوت تک ترقی کرسکتا ہے۔ پھر لکھا ہے:۔ قرآن شریف نے ایک طرف صراط الذین انعمت علیھم کی دعا سکھلائی۔ اور دوسری طرف منعم علیھم کو چار فرقوں صدیق۔ شھدا۔ صالح اور نبی میں تقسیم کیا۔ پھر یہ کسطرح ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص نبی کریمؐ کی اتباع سے صدیق و صالح و شہید تو بن سکے۔ اور نہ بن سکے تو نبی"

اس مضمون پر بھی حسب عادت اہل حدیث مورخہ ۲۶ جنوری ۱۹۱۷ء میں مولوی ثناءاللہ امرتسری نے کچھ نکتہ چینی کی ہے لکھتے ہیں:۔

قولہ۔ سنئے جناب! آپنے محبوبیت اور اصطفا کا نتیجہ نبوت فرمایا ہے۔ اگر یہ صحیح ہوتا۔ تو کل اُمت محمدیہ عموماً اور صحابہ کرام خصوصاً سب نبی ہوتے۔

اقول۔ یہ اعتراض جب پڑتا کہ محبوبیت کو نبوت لازم ہوتی۔ لیکن اس کا کسی نے دعوےٰ نہیں کیا۔ باصطلاح اہل منطق ان دونوں میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے

قولہ۔ قادیانی مشن کے ممبروں کو معقولات سے انس نہیں۔ اگر ویسا ہوتا تو ہم انکو کلی مشکک کی طرف راہ نمائی کرکے کہتے کہ محبوبیت اور اصطفا کلی مشکک ہیں۔ جسکے درجے مختلف ہوتے ہیں اسلئے یہ تو صحیح ہے کہ نبی اور رسول بھی درجہ محبوبیت اور اصطفا میں ایک فرد ہیں مگر ایسے فرد جیسے موجود کی کلی مشکک میں مخلوق اور خالق دونوں فرد ہیں۔ لیکن حقیقتاً ان کی فردیت ایسی ہے کہ انکے مراتب کو دیکھ کر کوئی نادان سے نادان بھی نہیں کہہ سکتا کہ مخلوق اپنی موجودیت میں ترقی کرکے کبھی خالق کے درجہ تک پہنچ سکتی ہے ۔

قول۔ مانا کہ مخلوق ترقی کرکے کبھی خالق نہیں ہوسکتی لیکن کیا یہ امتناع کلی مشکک نے بتایا؟

کلی مشکک کو اسبات سے کوئی تعلق نہیں ہوا کرتا کہ کوئی چیز ایک درجہ سے ترقی کرکے دوسرے درجہ تک پہنچ سکتی ہے یا نہیں کیا ہر نبی۔ صدیق۔ شہید صالح کے مراتب طے کرنے کے بعد نبی نہیں بنتا ۔

یہ غلط ہے کہ محبوبیت اور اصطفا ر کلی مشکک ہیں ایکی یہ بات ایسی ہی ہے جیسے کہ کوئی نادان کہے کہ سواد (سیاہی) کلی مشکک ہے۔ حالانکہ کلی مشکک اسود (سیاہ) ہے نہ سواد پس کلی مشکک محبوب اور مصطفیٰ ہے نہ محبوبیت اور اصطفا اگر یاد نہ ہو تو کلی مشکک کی بحث نکالکر مطالعہ کریں۔ منطق کا مشہور مسئلہ ہے۔ لا تشکیک فی الماھیات ولا فی العوارض۔

قولہ۔ انسان محبوبیت کے درجہ میں ترقی کرکے نبوت تک پہنچ سکتا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ نبوت محمدیہ علےٰ صاحبھا الصلوۃ والتحیۃ کے پہلے یہ امکان وجود پذیر تھا۔ اب تو محض امکان ہی امکان ہے۔ اطلاق (وجود)[1] نہیں ۔

اقول۔ جو امکان پہلے وجود پذیر تھا۔ بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اسمیں امکان ہی امکان کیوں رہ گیا۔ اور کہاں سے معلوم ہوا کہ اب وہ امکان وجود پذیر نہ ہوگا۔

---

[1] ایڈیٹر اہلحدیث کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ علم منطق میں اطلاق کا لفظ وجود پر نہیں بولا جاتا ۔

حالانکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم احادیث میں مسیح موعود کو نبی اللہ فرما چکے ہیں۔ اور قرآن کریم خود خبر دیتا ہے کہ بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اور رسول بھی آئینگے۔ جیسے کہ سورہ اعراف رکوع ۴ میں فرمایا۔ یٰبنی اٰدم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم اٰیٰتی فمن اتقٰی واصلح فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون

قول۔ قرآن مجید میں منعم علیہم (انبیاء۔ صدیق۔ شہداء۔ صلحاء) کی راہ کی ہدایت مانگنے کا حکم ہے۔ مگر ان کی راہ پر چلکر وہی بن جانے کا ذکر نہیں۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ کسی مضاف الیہ کی راہ پر چلنا اور بات ہے اور وہی بن جانا اور بات۔ قرآن مجید میں اللہ کی راہ پر چلنے کا ارشاد ہے۔ حالانکہ یہ صاف بات ہے کہ اللہ کی راہ پر چلنے سے کوئی شخص اللہ نہیں بن سکتا۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ مضاف الیہ کی راہ پر چلنے سے مضاف الیہ کی پوری صفات کا حصول ضروری نہیں۔ صفات ممکنہ[۲] کا حصول ہوا کرتا ہے۔ اسی لئے قرآن مجید میں اتباع نبی کا نتیجہ محبت مغفرت فرمایا انباء[۳] نہیں فرمایا یعنی یہ تو کہا۔ اتبعونی یحببکم اللہ ویغفرلکم۔ یہ نہیں فرمایا۔ یحببکم وینبئکم۔ اتباع نبی سے کوئی شخص نبی نہیں بن سکتا ورنہ یہ لفظ کہنا کیا مشکل تھا ۞

اقول۔ قرآن مجید نے جب اتباع نبوی کا نتیجہ یحببکم اللہ فرما دیا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ محبوبیت میں تمام مدارج نبوت وغیرہ آجاتے ہیں۔ تو اور کونسی حاجت باقی تھی۔ جسکے لئے بالضرور یہ لفظ بڑھایا جاتا۔ کہ اتباع نبی سے انسان نبی بھی بن سکتا ہے۔ صفات ممکنہ کا لفظ بھی آپنے عجیب بولا ہے۔ کیا نبوت کو کسی نے صفات غیر ممکنہ سے بھی لکھا ہے۔ پھر انسان کا نبی بننا اگر ممکن نہیں۔ تو کیا ممتنع ہے۔ اگر انسان کا نبی بننا ممتنع بالذات ہوتا۔ تو کوئی انسان بھی نبی نہ بنتا۔ حالانکہ تمام نبی انسان ہی تھے۔ جیسے کہ فرمایا۔ وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیھم (یوسف ع ۱۲) اور اگر آپ کی مراد امکان سے امتناع بالغیر ہے۔ تو اس امتناع بالغیر پر کوئی دلیل چاہیئے ۞

اللہ کی راہ پر چلکر اللہ نہ بن سکنے کی جو مثال آپنے دی ہے یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ اللہ کی راہ سے مراد وصول الی اللہ کی راہ ہے نہ ایسی راہ کہ اس پر چل کر اللہ تعالٰے کی الوہیت ملی ہو۔ بخلاف آیت صراط الذین انعمت علیھم کے کہ اس سے مراد وہ راہ ہے۔ جس پر چلکر منعم علیہم کو انعامات وغیرہ ملے۔ پس انکی راہ مانگنے کا مطلب سوائے اسکے کچھ نہیں کہ ہم کو بھی ایسا ہی بنایا جائے ۞ (باقی دارد)

[۲] مولوی صاحب اسی مضمون میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد حصول نبوت کے امکان کا اقرار کر چکے ہیں ۞

[۳] مولویصاحب نے انباء کے معنے نبی بنانے کے کئے ہیں۔ ذرا حوالہ دیجئے۔ لغت کی کس کتاب میں ہیں ۞

اخبار "پنجاب" میں غلط بیانی

اخبار روزانہ "پنجاب" لاہور ۱۵ فروری ۱۹۱۷ء میں ایک مراسلت میں اس عاجز کے متعلق کئی ایک جھوٹ اور بہتان شائع کئے گئے ہیں۔ میں تعجب کرتا ہوں۔ کہ پنجاب کے معزز ایڈیٹر نے ایسی بے سروپا باتیں بغیر تحقیقات کے کیوں بے دھڑک شائع کر دیں۔ اسمیں لکھا گیا ہے کہ ہم نعوذ باللہ رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو منسوخ مانتے ہیں۔ لعنت اللہ علی الکاذبین اور یہ کہ مینے کہا کہ میں لنڈن میں اسلام کی اشاعت نہ کرونگا اس پر بھی لعنت اللہ علی الکاذبین۔ جماعت احمدیہ اس وقت خدا تعالٰے کے فضل سے چھ سات لاکھ کے قریب ہے۔ جو حضرت مرشد صادق خلیفہ ثانی ایدہ اللہ کی غلامی میں داخل ہے ہم سب کا یہی مذہب اور ایمان ہے کہ اسلام ہی ایک سچا دین ہے۔ نبوت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم تا قیامت منسوخ نہیں۔ اسلام اور احمدیت دو جدا جدا چیزیں نہیں ہیں۔ بلکہ اسلام احمدیت ہے اور احمدیت اسلام ہے۔ اس صدی کے مجدد حضرت مسیح موعود نے جو تجدید کی ہے۔ اس کا نام حضرت مسیح موعود کے آسمانی نام احمد پر احمدیت ہے۔ اور یہی حقیقی اور زندہ اسلام ہے۔ جو تازہ نشانات اپنی صداقت کے دکھاتا ہے۔ ہاں چند لوگ اپنی بعض اغراض کے سبب اس جماعت سے علیحدہ ہو بیٹھے ہیں۔ اور ان کا عقیدہ ہے کہ رسول پاک کے بعد نبوت کا دروازہ ایسا کھلا ہے کہ تمام اولیاء اللہ نبی ہی تھے۔ گو انہوں نے دعوی نبی نہ کیا ہو۔ اور نہ خدا نے ان کو نبی کہا ہو۔ ہم ان کے عقیدہ فاسدہ کے ساتھ متفق نہیں۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ نبی وہی ہے۔ جسکو اللہ اور اسکے رسول نے نبی کہا۔ یعنی مسیح موعود اور کسی کا حق نہیں کہ لوگوں کو نبی بناتا اور کہتا پھرے۔ ایسا ہی ان کا عقیدہ ہے کہ مرزا صاحب کے بعد ان کا خلیفہ نہیں ہونا چاہیئے۔ ہم اس میں بھی ان کے ساتھ متفق نہیں کیونکہ مسیح موعود کے بعد خلافت قائم ہو گئی۔ اور چند سال تک یہ سب اسپر قائم رہے۔ اب خلافت کے انکار کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ مجھ پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ مینے کہا کہ اسلام پرانا دیا ہے۔ یہ بالکل جھوٹ ہے۔ ہاں مینے کہا اور اب بھی کہتا ہوں۔ کہ صحیح طریق تبلیغ اس زمانہ میں وہی ہے۔ جو اللہ تعالٰے نے اپنی مصلحت تامہ کاملہ سے اپنے رسول مسیح موعود کے ذریعہ قائم کیا ہے۔ اسکے مقابلہ میں لوگوں کے تمام طریق ایسے ہی ہیں جیسے کہ بجلی کے مقابلہ میں مٹی کا دیا۔ میری مثال طرز تبلیغ کے متعلق بھی مجھے خیال نہ تھا کہ میرے کام تبلیغ ولایت میں خواجہ صاحب کے ساتھ مجھے کسی بدمزگی کی ضرورت ہوگی۔ مگر افسوس ہے کہ اس کی ابتدا ان کے نادان دوستوں نے یہاں سے ہی کر دی ہے۔ میرا کام انشاء اللہ تبلیغ اسلام ہے۔ جو خوش اخلاقی اور حکمت سے ہوگا مگر میں خواجہ صاحب کیطرح ایسا وسیع الاخلاق نہیں ہو سکتا کہ عیسائی مردوں کی جنازہ خوانی بھی انگلینڈ میں جا کر شروع کر دوں۔ ۱۸ فروری کی شام کو لاہور کے ایک پبلک لیکچر میں ایک بیرسٹر صاحب نے جو خواجہ صاحب کے ساتھ وہاں تھے اپنی تقریر میں فرمایا کہ خواجہ صاحب نے ولایت میں ایک عیسائی لاش کا بھی جنازہ پڑھا۔ اور پھر فخر کیا کہ میرے وسعت اخلاق پر سب خوش ہیں ۞

(مفتی) محمد صادق عفا اللہ عنہ

از لاہور